اسلامی دنیا کی ترقی میں امام خمینیؒ کا حصہ

آج کی دنیا اسے محض ایک تصور کہہ کر رد کرسکتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور روس کے حاشیہ برداروں نے عراقی عوام کو جس غیر انسانی طریقے سے کچلا ہے اس نے دنیا کو ایک نئی خیمہ بندی اور ایک نئی سرد جنگ کی طرف ڈھکیل دیا ہے۔ مستقبل میں ایسا نقشہ یقیناً ابھر سکتا ہے جہاں ایک طرف دنیا کے اسلامی ممالک کے خیمے نصب ہوں اور دوسری طرف امریکہ اور یورپ کی عیسائی اور یہودی طاقتیں۔ امریکہ اور روس کے حاشیہ برداروں نے ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد جو رویہ اپنایا ہے اس سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ اسلامی انقلاب کو اپنے لئے بھی ایک چیلنج تصور کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ ان کے عوام بھی کہیں اس انقلاب کے دھارے میں نہ بہ جائیں۔

اسلامی انقلاب کو سمجھنے سے پہلے ہم کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام کے بارے میں اسلامی طرز فکر اور غیر اسلامی طرز فکر میں بہت بڑا فرق ہے۔ مغربی مفکرین نے اس بات کا اچھی طرح پروپگنڈہ کیا ہے کہ مذہبِ اسلام کا سلسلہ صرف رسولؐ پاک کی ذات سے شروع ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا مذہب ہے جس کا ارتقا وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ اسلامی طرز فکر اس کے بالکل برعکس ہے۔ دراصل اسلام ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا وجود اس دن عمل میں آ گیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی۔ آج کی موجودہ دنیا کے سیاق وسباق میں متمدن ہونے کا مطلب معاشی خوشحالی اور دنیا وی مال وزر کی فراوانی سے لگایا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی نقطہ نظر میں متمدن ہونے ک مطلب خدا شناس ہونا۔ حق پرست ہونا ، اور خواص آدمیت کا حاصل ہونا ہے۔ حضرت آدم میں یہ ساری خصوصیات شامل تھیں۔ قرآن حکیم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

''پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کیااور اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے ہدایت بخشی ......

سورۂ طٰہٰ -آیت :۱۲۲

دراصل حضرت آدمؑ کو جن خطوط پر زندگی گزارنے کی ہدایت ہوئی تھی وہی اسلام کے اصل خطوط تھے اور حضرت آدم اس زمین پرخلق ہونے والے پہلے عالم تھے۔ ان کے بعد آنے والے انبیاء کا ایک سلسلہ ہے جن کے بارے میں بھی قرآن میں صاف صاف ارشاد ہوا ہے:

''اللہ نے آدمؑ نوحؑ ابراہیمؑ اور آل عمران کو تمام عالموں پرمنتخب کیا۔ (سورۂ آل عمران ۔آیت

(۳۳

اسی طرح حضرت ابراہیم کے مسلم ہونے کا تذکرہ قرآن میں اس طرح ملتا ہے:

''ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ پکے مسلم تھے۔'' (آل عمران آیت ۶۷)

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کسی ایک محدود دائرے کا نام نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں جب بھی مظالم کی انتہا ہوئی ہے۔ خیر کی طاقتوں کو تقویت پہنچانے کے لئے پیغمبروں کا نزول ہوتا رہا ہے۔ مگر یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہمارے رسولؐ سے پہلے جو بھی نبی آئے وہ اپنی اپنی قوم کی فلاح کے لئے آئے اور انہوں نے یہ دعویٰ بھی پیش نہیں کیا کہ ان کا پیغام آخری، ابدی اور عالمگیر ہے۔ لیکن محمد بن عبداللہؐ ہی وہ نبی تھے جو اس دنیا میں آخری نبی کی صورت میں بھیجے گئے اور کسی ایک قوم کیلئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اس طرح یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ رسول کے بعد حق و باطل، اسلام اور کفر کے درمیان جب بھی اور جہاں بھی صف آرائی ہوئی اسکے لئے نمونہ و نظیر اسوۂ نبویؐ ہی قرار پائے گا یا یوں کہیں کہ قیامت تک برپا ہونے والے تمام اسلامی انقلابات کے رہبر اور ہادی ہمارے رسولؐ ہی ہونگے۔

آج ہم جس دنیا میں سانس لے رہے ہیں وہ پہلے سے بہت مختلف دنیا ہے۔ ایک ایسی دنیا جہاں سارے عقیدے، سارے نظریات، سارے نظام اور سارے فکری دھارے ایک سوالیہ نشان بن کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ انسان کا علم جتنا بڑھتا جارہا ہے انسان کی بنیادی حیثیت اتنی ہی گھٹتی جارہی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو مشرق و مغرب اور شمال تا جنوب ساری دنیا میں پھیلتا چلا جارہا ہے۔ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ انسان بے بس اور مجبور ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب انسان کے سامنے وہ نظریات اور وہ فکری دھارے جو وقت کی کسوٹی پر اپنی آب و تاب کھو چکے ہیں۔ طلائی طشتریوں میں سجا کر پیش کئے جاتے ہیں تو وہ ان کی چمک دمک کو دیکھ کر انسان کسی معصوم بچے کی طرح لپکتا ہے۔ مگر جب وہ قریب جاکر دیکھتا ہے تو وہاں سوائے سراب کے اسے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سراب وہ سراب نہیں ہے کہ جہاں معصوم آنکھیں دھوکہ کھا جاتی ہیں۔ بلکہ یہ سراب تو مغربی سامراجی نظام کا ایک ایسا جال ہے جس کو ساری دنیا پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کیلئے سامراجی طاقتوں نے بڑی ہوشیاری اور مکاری کے ساتھ بچھایا ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ ہیں:

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلادیتی ہے اسکو حکمراں کی ساحری

اس سراب رنگ وبو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

امام خمینی کو جو دنیا ملی اس کے نقشے پر دو بڑی طاقتوں کا بول بالا تھا۔ یا یوں کہیں کہ دوشیطان کھڑے تھے جوساری دنیا کونگل لینا چاہتے تھے۔ ان ملکوں نے اپنی اپنی نوآبادیت قائم کرلی تھیں اور یہیں لوٹ کا وہ سلسلہ شروع ہوا تھا جس نے تمام پرانی اقدار کو، تمام مذہبی روایات کو، پاسداریکو، رشتوں ناتوں کو سرمایہ اور حرص کی ڈوری سے جوڑ دیا تھا۔ جوممالک ان کے زیرنگیں تھے، ان کا بنایا ہوا مال خرید رہے تھے یہ انہیں کو اپنی مادی نعمتوں سے نوازرہے تھے۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ ایسے حالات پیدا کررہے تھے کہ وہ ممالک خانہ جنگی کا شکار ہوکر ان کے قدموں پر دوبارہ سر رکھنے پر مجبور ہوجائیں۔ دوسرے ممالک کی طرح نام نہاد اسلامی ممالک بھی اپنے کوان اثرات سے محفوظ نہیں رکھ سکے رسول کی تعلیمات، علی کی فتوحات اور حسینؑ کی عظیم قربانی کو انہوں نے فراموش کردیا۔ وہ ممالک اندرسے اس جذبہ خودداری کو بیدار نہیں کرسکے۔ جسکی پاسداری کیلئے انہوں نے اسلامی مملکتوں کو قائم کیا تھا۔ سامراجی طاقتوں نے اسلامی ممالک کا نقشہ کچھ اس طرح بنادیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئے۔ وہاں کا سیاسی اور معاشی نظام مغربی طرز پر بنایا گیا اور ان لوگوں کوحکومت کی گدی پر بٹھایا گیا جومغربی ذہن رکھتے تھے اور ان ممالک کی دولت کومغربی دنیا اور یورپی دنیا کو دینے میں عارنہیں سمجھتے تھے۔

اور یہی وہ نقطہ عروج تھا جہاں ساری دنیا نے ایران کی سرزمین سے ایک ایسے تازہ آفتاب کو ابھرتے ہوئے دیکھا جس نے آنے والے زمانے میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ یہ انقلاب صرف ملکی آزادی اور جابرحکمرانوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہی نہیں آیا بلکہ یہ انقلاب اپنے ساتھ ان اصولوں اور

نظریوں کو بھی لیکر آیا جن کو پانے کے لئے یہ دنیا ایک عرصے سے زہر کے جام پی رہی تھی۔ یہ وہی اصول اور وہی نظریات تھے جو رسولؐ نے ساری نوع انسانی کی بقاء کے لئے مرتب کئے تھے۔ رسول نے آنے والے زمانے کے لئے ایک ایسا راستہ ہموار کردیا تھا جس میں سوائے ایک خدا کے دنیا کی ہر خدائی سے انکا رتھا۔ اب ایک طرف دنیا کی وہ بڑی طاقتیں تھیں جن کو دنیا کی ہر چیز کو اپنے داموں پر خرید لینے کا گھمنڈ تھا اور جہاں دنیا کی ہر بساط پر انکی ہی مہرے بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف وہ صاحبِ کردار فاقہ کش اور بوریہ نشین انسان تھا، جس کے وجود نے بلند ایوانوں میں ایک کھلبلی پیدا کردی تھی۔ امام خمینیؒ کے اسلامی انقلاب کی صورت میں ایران کی سرزمین سے وہ لاوا پھوٹ پڑا جس نے ساری دنیا میں شہنشاہیت کے ستونوں کو ہلا ڈالا، وہ عالمِ دین جو خاک نشین تھا اور جو خدائے برتر کے لئے علاوہ کسی بھی دوسری طاقت کے آگے سجدہ نشین ہونے کو تیار نہیں تھا۔ وہ عالمِ دین جس کو شہنشاہیت نے ملکوں ملکوں کی دربدری کے لئے مجبور کردیا تھا۔ وہ عالم دین جو دیکھنے میں ایک بوڑھا اور کمزور سا آدمی تھا، اسی عالمِ دین نے جب اپنے لبوں کو جنبش دی تو ملک ایران جو سینکڑوں سال سے عامرانہ طاقتوں کے سہارے عیش وعشرت کی زندگی گزار رہا تھا زہد وتقویٰ میں ڈوب گیا۔ بوتلیں توڑ ڈالی گئیں۔ مصلے بچھا دیئے گئے۔ جوان چہروں پر داڑھیاں اگھ آئیں اور وہ سر جو شاہوں کے آگے جھکنے کے عادی ہوچکے تھے اب صرف خدائے برتر کے آگے جھکنے لگے، وہ نوجوان جو میدانِ جنگ میں توپوں کے منھ موڑ رہے تھے ان کی راتیں عبادتوں اور ریاضتوں میں گزرنے لگیں۔ میدانِ جنگ میں جس قدر سختیاں جھیل رہے تھے ان کے سر سجدہ شکر میں اتنے ہی زیادہ جھکتے چلے جارہے تھے۔ کربلا کے بعد یہ منظر دنیا کو پہلی بار نظر آرہا تھا اور دنیا سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی کہ یہ انقلاب صرف ملک گیری کے لئے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ انقلاب دوسرے کی زمین چھیننے کیلئے بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ انقلاب صرف اصولوں اور نظریوں کی بقاء کے لئے ہی ہوسکتا ہے۔ اور دنیا نے دیکھا کہ شہنشاہیت چکنا چور ہوگئی اور سامراجی طاقتوں کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ امام خمینیؒ نے کربلا کے بعد پہلی مرتبہ انسانی کردار کو اس بلندی پر پہنچا دیا جہاں اصولوں کے آگے جان کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی اور جہاں انسانی کردار ہی تیز تر ہتھیاروں کا کام کرتا ہے۔ دراصل امام خمینیؒ کے لئے حاصل زندگی صرف یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے ملک کو شہنشاہیت کے پنجوں سے نجات دلادیں بلکہ انکی عظمت یہ تھی کہ انہوں نے آزادی اور خودداری کی للک کو قومی دھارے میں تبدیل کردیا اور اسلامی

اصولوں اور ضابطہ حیات کو ہر انسان کے دل کی تڑپ بنادیا۔

دارا وسکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
(اقبالؔ)

یہ انقلاب کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ یہ اسلامی انقلاب تو ساری دنیا پر چھاجانے والا ایک ایسا فکری عمل تھا جس کو ایک نہ ایک دن پورا ہونا ہی تھا۔ ایران کے جس اسلامی انقلاب نے شہنشاہیت اور ملوکیت کی عمارت گرادی تھی اس سے پورا عالم اسلام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ دنیا کے بہت سے اسلامی ممالک کو بیلٹ باکس کے ذریعہ انتخاب کرائے۔ کویت میں عوامی مظاہروں نے ایسی صورت اختیار کرلی کہ امیر کو پارلیمنٹ بحال کرنی پڑی۔ الجیریا کی راجدھانی الجزائر میں عوامی جوش سے ایک طلاطم برپا ہوگیا اور حکومت کو ممنوعہ جماعتوں کو قانونی حیثیت دینے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ دنیا کے نقشے پر موجود اسلامی ممالک میں صرف پاکستان ، ملیشیا اور ترکی ہی ایسے ممالک تھے جہاں پہلے سے جمہوریت موجود تھی مگر وہاں بھی اسلامی انقلاب نے ایک نئی زندگی پھونک دی۔ عورتیں اور دبے کچلے عوام اپنے حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کچھ اسلامی ممالک نے ہمیشہ کی طرح، اپنے مغربی آقاؤں کے اشاروں پر آمرانہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ، اپنے ہی ملک میں بغاوتیں کرائیں اور خاندانی روایات کا واسطہ دے کر اپنا اقتدار قائم رکھا اور آزادی کی چنگاری کو راکھ کے ڈھیر میں چھپانے کی کوشش کی۔ مگر انقلاب ایران کی ہوا پاکر راکھ میں دبی ہوئی سیاسی چنگاریاں شعلہ جوالہ بن گئیں اور عامرانہ ذہنیت پرٹکی ہوئی عمارتیں آہستہ آہستہ ہلنے لگیں۔

در اصل یہ اسلامی انقلاب کا پرتو ہی تھا کہ دنیا سے ایرانی شہنشاہیت کے خاتمہ چند برسوں بعد ہی عالی سطح پر بھی وہ واقعات نمودار ہوئے دنیا نے جن کا پہلے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ آگ مشرقی یورپ میں جب پہنچی تو روسی آمروں کی پناہ میں پل رہے شاہوں کو اکھاڑتی چلی گئی۔ پولینڈ، ہنگری، چیکوسلواکیہ، بلغاریہ، رومانیہ اور مشرقی جرمنی میں عام انتخابات ہوئے اور عوامی سرکاریں وجود میں آگئیں۔ ساؤتھ افریقہ کی کمزور سرکار نے وقت کی آواز کو پہچان لیا اور ۲۷/ برسوں سے جو گناہ وہ نیلسن منڈیلا کو قید میں ڈال کر کر رہی تھی ،س کا کنارہ کرلیا۔ جنوبی ایشیا بھی آزادی کی نیلم گری سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ نیپال میں عوامی انقلاب کی وہ آندھی آئی کہ شاہ کو خاندانی اقتدار سے ہاتھ کھینچ لینا

پڑا اور عنان حکومت عوام کو سونپ دینی پڑی۔

چین کا اشتراکی نظام ہمیشہ سے آمرا نہ رہا ہے۔ مگر جب ساری دنیا میں قید بند سے آزاد ہوجانے کی ہوائیں چل رہی ہوں تو وہ کیسے اچھوتا رہ سکتا تھا۔ چینی عوام پوری آزادی تو نہیں حاصل کر سکے مگر تھیان میں چوک پر جو کچھ ہوا اور جس طرح چینی طالب علم ٹینکوں کے آگے سینہ سپر ہو گئے اس نے چینی حکمرانوں کی نیندیں اڑادیں۔

او ر انقلاب ایران جب تمام جغرافیائی سرحدوں کو پار کرتا ہوا امریکی حدوں میں داخل ہوا تو وہاں کی وسطی اور جنوبی ریاستوں میں ڈکٹیٹر شپ کا جنازہ نکل گیا۔ نکارا گوا لسولا ڈور، برازیل اور ارجن ٹینا کی ریاستیں اپنے روائتی خول سے باہر نکل آئیں اور وہاں بھی عوام حکومتیں قائم ہوگئیں۔

اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب امام خمینیؒ کی شخصیت کو دنیا کے نقشے پر قول اور عمل میں مطابقت کی علامت سمجھا جانے لگا۔ دنیا کا ایک بڑا حصہ ان کے چشم وابرو کے ایک اشارے پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہوگیا۔ اور دنیا کے تمام مذاہب کے لئے یہی وہ لمحہ فکر تھا جب وہ اسلامی انقلاب کو اپنے لئے چیلنج تصور کرنے لگے، یہودی اور عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ گذشتہ تاریخ کے باب ان کی آنکھوں کے سامنے بار بار ابھرنے لگے۔ یہودی اور عیسائی دنیا کی وہ طاقتیں جو اسلام سے ہمیشہ نبرد آزما رہی تھیں آج پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئیں اور اسلامی انقلاب کے اس تازہ دھارے کو روکنے کا بندو بست کرنے لگیں۔ انھوں نے اپنی فراست اور چالاکی سے اسلامی انقلاب کو کچلنے کے لئے نام نہاد اسلامی ممالک کو ہی اپنا آلہ کار بنا لیا اور ایران کو جنگ کی بھٹی میں اس لئے جھونک دیا کہ ایران اور اسلامی انقلاب دونوں جل کر بھسم ہوجائیں۔ مگر مغرب کے سیاستداں یہ بھول گئے کہ آگ میں انسانی جسم تو جل سکتے ہیں مگر انسانی کردار نہیں جل سکتے۔ جنگ تو ختم ہوگئی مگر ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ جنگ کی آگ میں تپ کر ایرانی عوام کس طرح سونے سے کندن بن گئے۔ علامہ اقبال کے الفاظ ہیں:

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

رسولؐ کے زمانے میں بھی اسلام کو سب سے زیادہ خطرہ ان عناصر سے تھا جو اسلام کے پیکر میں اسلام کے دشمن تھے۔ ایران کے اسلامی انقلاب کو بھی سب سے زیادہ نقصان ان مسلمانوں سے پہنچا جن کا مرثیہ علامہ اقبال نے اس طرح پڑھا تھا:

کیا سنا تا ہے مجھے ترک وعرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کردیتا ہے گاز

ہوگیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانا ئے راز

عراقی حکومت کے خلاف جنگ میں امریکہ اور اس کے حاشیہ برداروں کو نہ صرف سعودی عرب کی اسلامی سرزمین کا سہارا مل گیا بلکہ ترکی، شام اور مصر جیسے بڑے مسلم مما لک بھی ان کے حکم بردار ہوگئے۔

مگر اس بات کی گارنٹی کون دے گا کہ وہ مما لک جو جنگ میں ایک ساتھ لڑ رہے ہوں وہ جنگ ختم ہوجانے کے بعد بھی ایک ساتھ ایک ہی خیمہ میں رہیں گے۔ ۱۹۴۱ء میں جب ہٹلر نے روس پر حملہ کیا تھا تو مغربی مما لک فوراً روس کی مدد کو پہنچ گئے تھے۔ مگر دوسری جنگ عظیم میں وہ مغربی مما لک روس کے خلاف ہتھیار بندی اور سرد جنگ میں پیش پیش تھے۔ کیا سعودی عرب، ترکی اور مصر وہی مما لک نہیں ہیں جو ایران کے خلاف جنگ میں عراق کا ساتھ دے رہے تھے؟ دنیا اتنی تیزی سے بدل رہی ہے کہ آنے والے زمانے کے بارے میں صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ مگر اسلامی انقلاب کے بعد اسلامی سرزمین پر برپا ہونے والی دونوں جنگوں میں چاہے اور کوئی بات مشترک ہو یا نہ ہو مگر کچھ باتیں ضرر مشترکہ ہیں اور جو اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ مغربی طاقتیں اسلامی سرزمین اور اسلامی عوام کا کس قدر استحصال کررہی ہیں۔ پہلی جنگ بھی امریکہ اورس کے حاشیہ بردار لڑ رہے تھے اور دوسری جنگ بھی امریکہ اورس کے حاشیہ بردار لڑ رہے تھے۔ دونوں جنگیں اسلامی سرزمین پر لڑی

جارہی تھیں اور دونوں جنگوں میں سلامی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اور یہ سارا تماشہ عیسائی اور صیہونی طاقتیں ساری دنیا کو اس لئے دکھارہی تھیں کہ دنیا کے دوسرے وہ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک ان کو اپنا آقا اور مالک تصور کرتے ہیں اور اسلامی انقلاب کے تصور کو کسی خواب کی طرح بھول جائیں۔

مگر ایک دنیا دیکھ رہی ہے کہ مغربی دنیا اور اسلامی دنیا کے بیچ مورچہ بندی کے لئے جواز بھی موجود ہے اور گولہ بارود بھی۔ ساتھ ہی مغربی دنیا کی حالیہ یلغار نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اگر کبھی پوری مغربی دنیا اور اسلامی دنیا میں ٹکراؤ کی نوبت آئی تو دنیا کے دو بڑے کمیونسٹ ممالک روس وار چین کسی بھی خیمے میں نظرنہیں آئیں گے مگر ان کی پوری ہمدردیاں مغربی ممالک کے ساتھ ہوں گی کیونکہ روس کو جتنا بڑا خطرہ اپنے بالٹک جمہوریہ ازبکستان، تاجکستان ،قزاقستان ، آذربئیجان، کرغیریا اور ترکمانیہ وغیرہ کے آزاد ہونے کا ہے۔ پاکستان افغانستان اور ایران سے آئی ہوئی اسلامی انقلاب کی ہوائیں ان میں تازہ روح پھونک سکتی ہیں اور جذبہ حریت کو جلا بخش سکتی ہیں۔ تازہ خبر یہ آئی ہے کہ روس میں ''اسلامک ریوائیل'' پارٹی وجود میں آچکی ہے اور ماسکو سے اس کا اخبار ''الوحدت'' کے نام سے جاری ہوگیاہے۔ اسی طرح چین کا زنجیانگ سور جہاں ترکی بولنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی موجود ہے اور جو کبھی مشرقی پاکستانی کہلاتا تھا، پاکستان سرحدوں کے ذریعہ اسلامی انقلاب سے اپنے رشتے ہموار کرسکتا ہے۔

مگر امریکہ اور اس کے ہم نواؤں نے دنیا کے نقشہ پر سیاسی بساط بچھا دی ہے۔ عرب کی سرزمین کے ساتھ ساتھ عرب کے فرمانرواؤں کو اپنے جال میں اُلجھا لیا ہے اور ایک ایسے نئے عالمی نظام کی بنیاد ڈال دی ہے جو بظاہر آئندہ جنگوں کو روکے گا مگر جو دراصل اسلامی انقلاب کے اس دھارے کو روکنے کے لئے بنایا گیاہے جو روز بروز اسلامی دنیا کے عوام کے دلوں میں گھر کرتا جارہاہے۔

آج دنیا امن چاہتی ہے۔ اسلامی انقلاب امن کا پیغامبر ہے۔ آج دنیا علم چاہتی ہے، اسلامی انقلاب علم کا پاسبان ہے۔ آج دنیا عمل چاہتی ہے، اسلامی انقلاب عمل کی درسگاہ ہے۔ آج دنیا ایمان چاہتی ہے ، اسلامی انقلاب ایمان کا پرتو ہے ۔ آج دنیا کردار چاہتی ہے ، اسلامی انقلاب کردار کا آئینہ دار ہے۔ دکھوں سے بھری ہوئی اس دنیا کو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہئے۔

موجودہ زمانہ اس عظیم المرتبت ہستی کو نہیں بھولا ہے جس کی ایک جنبش لب نے شاہی ایوانوں میں تہلکا مچا دیا تھا۔ جس کے متبرک ہاتھوں نے اس عظیم انقلاب کی داغ بیل ڈال دی تھی اور زمین ہموار کر دی تھی کہ آنیوالا زمانہ ہمیشہ اس کی آبیاری کرتا رہے۔

آج افغانستان، عراق اور دیگر اسلامی علاقوں سامراجی دھماکوں کے سایہ میں آگ کی لپٹیں بلند ہو رہی ہیں وہ صرف ان ممالک کی سرحدوں تک ہی محدود رہنے والی نہیں ہیں، بلکہ یہ آگ اس خطہ زمین کے عوام کے دلوں میں سلگتی ہوئی اس آگ کی غمازی کر رہی ہے جو ساری دنیا میں پھیل جانے کو بے چین ہے۔ اسلامی انقلاب کی آمد آمد ہے۔ اور دنیا کے تمام مظلوموں اور بے سہارا لوگ اس کا استقبال کرنے کے لئے اپنی باہیں پھیلائے ہوئے ہیں۔ اور خداوند عالم نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں انہیں مظلوموں کو دنیا کا وارث بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جو مجھ کو زندہ جلا رہے ہیں وہ بے خبر ہیں
کہ میری زنجیر دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے

(جاوید اختر)